© rasailojaraid.com

اصول موقف کا تقاضا ہے کہ فقہاء و مفسرین کے فہم و قیاس کو قرآن اور حدیث کے تابع رکھا جائے۔ اس کے برعکس قرآن اور حدیث کے نصوص کو ہر حال میں فقہاء و مفسرین کے فہم و قیاس کے تابع قرار دینا نہ صرف بے اصولی ہے بلکہ دین میں بجائے خود ایک فتنہ اور گمراہی ہے۔ اس قسم کا کوئی دعویٰ کسی بھی مفسر یا فقیہہ نے نہیں کیا کہ میرے قول یا رائے کو ہر حالت میں حرف آخر مان لو، بلکہ یہ کہا ہے کہ صحیح حدیث مل جانے کی صورت میں میرے قول کو دیوار پر دے مارو۔

غرض اس اعتبار سے معترض کا یہ ادعائی بیان نہ صرف ایک اتہام اور بہتان عظیم ہے بلکہ کوتاہ فہمی کا بھی ایک ثبوت ہے۔ جسے حقائق سے روگردانی اور واقعات سے گریز و فرار کے علاوہ اور کوئی نام نہیں دیا جا سکتا۔ اگر مذکورہ بالا اتہام میں راقم سطور بھی شامل ہے تو یہ بات واضح ہو جانی چاہیے کہ اولاً میں نے اپنے کتابچے میں "فی سبیل اللہ" سے مطلقاً عمومیت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ بلکہ صرف امام کاسانی کا قول پیش کرنے پر اکتفا کیا تھا۔ اور پھر قرآن اور حدیث کے دلائل و براہین سے کچھ بحث کی تھی۔ مجرد لغت کا سہارا نہیں لیا تھا۔ مگر اب پیش نظر کتاب میں اس بحث کو پوری طرح مدلل کر دیا گیا ہے تاکہ "جس کو مرنا ہو وہ دلیل دیکھ کر مر جائے۔ اور جس کو زندہ رہنا ہو وہ دلیل دیکھ کر زندہ رہے"۔ (قرآن) اس اعتبار سے جو بات قرآن اور حدیث کے دلائل سے مدلل ہو اُسے گمراہ وہی شخص قرار دے سکتا ہے جس کے ذہن میں یا تو فتور و فساد ہو یا پھر وہ مکابرہ سے کام لینا چاہتا ہو۔ (مکابرہ کا مطلب ہے کوئی شخص اپنی کم علمی کو چھپانے کے لئے اپنے آپ کو خواہ مخواہ بڑا ثابت کرنے کی کوشش کرے)۔ معترض نے محض لفاظی اور گرم گفتاری کے سہارے جو "شیش محل" تیار کیا ہے وہ ایک ضرب کی بھی تاب نہیں لا سکتا۔ چنانچہ مثل مشہور ہے۔ خانۂ شیشہ را سنگے بس است۔

کیا اگلے مفسرین نے سب کچھ بیان کر دیا ہے؟

اگر گمراہی فی الواقع اسی کا نام ہے تو کیا قرآن اور حدیث کے واضح نصوص (صریح بیانات)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محسوس کرنا گمراہی نہیں ہے، پھر کیا قیامت تک پیش آنے والے تمام مسائل اور تمام حقائق اگلے مفسرین اور اگلے فقہاء نے بیان کر دئے ہیں؟ تو کیا اب قرآن اور حدیث میں غور کرنے کے لئے "کچھ بھی" باقی نہیں رہا؟ اس فرسودہ نظریہ کی حجت کی دلیل کیا ہے؟ کیا یہ نظریہ بااصول قرآن سے ثابت ہے؟ یا حدیث سے ثابت ہے؟ یا خود فقہائے کرام کے کلام یا اُن کے اصولوں سے ثابت ہے؟ کیا کسی فقیہ نے اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ ہر دور اور ہر حالت میں تم میرے قول کو قرآن اور حدیث پر مقدم رکھو؟ حالانکہ خود امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ جیسے جلیل القدر فقہاء نے صاف صاف تصریح کی ہے کہ قرآن اور حدیث کے خلاف ان کا قول مردود تصور کیا جائے۔؟ شہ

ہاں البتہ گمراہی اس صورت میں ہو سکتی ہے کہ بغیر دلیل و استدلال کے کوئی شخص من مانی طور پر اپنی طرف سے کوئی مفہوم گھڑ لے۔ مگر قدیم مفسرین یا فقہاء سے مجرد اختلاف کو گمراہی قرار دینا بجائے خود گمراہی ہے، جو قرآن، حدیث اور خود فقہ کے خلاف ایک انتہا پسندانہ نظریہ ہے۔ اور اس کا قائل کوئی کٹ حجتی قسم کا ملا ہی ہو سکتا ہے۔ جو لوگوں کو خواہ مخواہ مرعوب کر کے ذہنی انتشار برپا کرنا چاہتا ہو، یا مفسرین اور فقہاء کے "تقدس" کی دہائی دے کر لوگوں کو فریقِ مخالف کی مخالفت پر اُکسانا چاہتا ہو۔ مگر اس قسم کے ہتھکنڈے سنجیدہ علمی حلقوں میں بار نہیں پا سکتے۔ یہ بڑا اوچھا طریقہ ہے کہ لوگ محض اپنی "مجرد خواہشات" کے خلاف پڑنے والی چیزوں پر بلا وجہ اور خدا کا خوف کئے بغیر گمراہی کا الزام عائد کر دیں، اگرچہ وہ اصولی طور پر کتنی ہی صحیح کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ تو صاف صاف فرماتا ہے کہ جب کسی مسئلے میں اختلاف پیدا ہو جائے تو سب سے پہلے کلام خدا اور کلام رسول کی طرف رجوع کی جائے، خواہ وہ مسئلہ کسی بھی دور میں پیش آئے۔ قرآن اور حدیث ہر حال میں ماخذ اور تمام مسائل میں فیصلہ کن حیثیت رکھنے والے ہوں گے جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ

شہ: دیکھئے عقد الجید، از شاہ ولی اللہ دہلوی، ص ۹۴، ۹۵، مطبوعہ کراچی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی جو تم میں صاحبِ معاملہ ہوں۔ پھر اگر تم کسی مسئلے میں جھگڑ بیٹھو تو اسے اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یومِ آخرت پر رکھتے ہو۔ یہی بات اچھی اور انجام کے لحاظ سے بہتر ہے۔ (النساء: ۵۹)

دیکھئے اس آیتِ کریمہ سے دو اہم ترین اور بنیادی نکتے یہ ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) عام حالات میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ علماء و حکام (صاحبِ معاملہ لوگوں) کی بھی اطاعت کرنی چاہیئے۔

(۲) مگر جب کسی مسئلے میں اختلاف رونما ہو جائے تو پھر صرف قرآن اور حدیث ہی کو حاکم اور پنچ بنانا چاہیئے۔ لہٰذا اختلاف کی صورت میں فیصلہ صرف کلامِ خدا اور کلامِ رسول ہی کی روشنی میں ہونا چاہیئے۔ گویا کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت مطلقاً اور بلا شرط ہے۔ جب کہ صاحبِ معاملہ لوگوں کی اطاعت مشروط طور پر ہے۔ اس اعتبار سے اختلاف پیدا ہو جانے کی صورت میں علماء و فقہاء اور مفسرین کے مجرد اقوال و آراء کو قابلِ حجت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اگرچہ علماء و فقہاء کی آراء کی وقعت ضرور ہے، مگر ان کی حیثیت ثانوی درجے کی ہے۔ اصل اور بنیادی نہیں۔ کیونکہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا کلام قیامت تک پیش آنے والے تمام مسائل کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ جب کہ فقہاء و مفسرین صرف اپنے دور کے احوال و کوائف ہی سے بحث کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا علم اور ان کی معلومات محدود ہوتی ہیں[۹] مگر اس سے فقہائے کرام یا مفسرین کی شان گھٹ نہیں جاتی، اور ان کے فہم و قیاس پر کوئی حرف نہیں آتا۔ خود بعض حدیثوں سے بھی اس اصول کی تائید

۹:۔ اور یہ انسانی علم کا خاصہ ہے کہ وہ مستقبل میں پیش آنے والے مسائل کا احاطہ نہیں کر سکتا نہ شرعی مسائل میں اور نہ طبعی امور میں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِہِمَا، کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنَّۃَ نَبِیِّہٖ ؂

میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ جب تک تم انہیں تھامے رہو گے کبھی گمراہ نہ ہو سکو گے، ایک کتاب اللہ اور دوسرے اس کے نبی کی سنت ؂

دیکھئے اس حدیث میں تاکید صرف قرآن اور حدیث کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رہنے کی ہے۔ یعنی اختلاف کی صورت میں انہی دو ماخذوں کی طرف رجوع کیا جائے اور انہی علماء و فقہاء کے فہم پر مقدم رکھا جائے۔ ورنہ سر رشتۂ حیات ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔

غرض قرآن اور حدیث کے اس بنیادی اصول کی رُو سے کوئی بھی مفسر یا فقیہ سب سے پہلے قرآن اور حدیث کے نصوص (واضح بیانات) ہی کو پیش نظر رکھے گا۔ پھر لغت اور اس کی منطقی دلالت کی رُو سے ان نصوص کا مفہوم متعین کرے گا۔ پھر اس کے بعد علماء و مفسرین کے اقوال یا کسی دوسری چیز کی طرف توجہ کرے گا۔ یہ قرآن فہمی کا صحیح اور بنیادی اصول ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ لغت اور اس کے مفہوم سے اور قرآن و حدیث کے نصوص سے قطع نظر کر کے کوئی شخص سب سے پہلے علماء اور قدیم مفسرین کے اقوال کو دیکھے اور پھر ان کی روشنی میں ہر دور اور ہر دائرہ میں اس تعبیر کو صحیح قرار دیدے، خواہ دین و ایمان اور تمدن و معاشرت کے تقاضے کچھ ہی کیوں نہ ہوں، اس قسم کی غلط اور الٹی منطق کو معترض جیسا کوئی کٹر حجتی قسم کا ملا ہی صحیح قرار دے سکتا ہے، جو سوائے کفر یا گمراہی کے فتویٰ صادر کرنے کے اور کچھ بھی نہ جانتا ہو، بس جو بات بھی اس کے مزاج کے خلاف معلوم ہوتی جھٹ سے فتویٰ دے دیا، گویا کہ فتوؤں کا "نسخہ" ہمیشہ اس کی جیب میں تیار رہتا ہے۔ اور گویا کہ اسلام کے جملہ حقوق اُس کے نام محفوظ رہتے ہیں کہ وہ انہیں جس طرح چاہے استعمال کرے، یہ ہے موجودہ دور میں اسلام کے ٹھیکیداروں کی ذہنیت۔

؂ موطا امام مالکؒ کتاب القدر، ۸۹۹/۲، مطبوعہ بیروت،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا حال جو بڑا ہی صبر شکن ہے۔ بس

انوکھی وضع ہے سارے زمانے سے نرالے ہیں
یہ عاشق کونسی بستی کے یا رب رہنے والے ہیں

کیا فقہائے احناف گمراہ ہیں؟

جیسا کہ عرض کیا گیا نصوص (قرآن اور حدیث کے واضح بیانات) سے کوئی مفہوم ثابت کرنے کے لئے سب سے پہلے نصوص کے الفاظ اور ان کی منطقی دلالت سے بحث کی جاتی ہے، اور جو مفہوم ان کے اشارات و کنایات بلکہ ان کی دلالت و اقتضاء تک سے ثابت ہوتا ہے اس سے بھی استدلال کیا جاتا ہے[۱۵] چنانچہ اس اصول کے مطابق قرآن کے کسی بھی لفظ کا مفہوم متعین کرنے کے لئے اس لفظ کے لغوی مفہوم کو منطقی طور پر چار طریقوں سے ثابت کیا جاتا ہے، جن کو اصول فقہ کی اصطلاح میں عبارت النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص اور اقتضاء النص کہا جاتا ہے۔ اس طرح ہر لفظ کا جو لغوی مفہوم ہوتا ہے وہ گویا کہ ہر طرح سے ثابت کیا جاتا ہے۔ اور اس اعتبار سے الفاظ و کلمات کے لغوی مفہوم کو کوئی بھی فقیہ یا مفسر یا محقق نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اور پھر اسی قسم کے استدلال میں فقہائے احناف ہی زیادہ پیش پیش دکھائی دیتے ہیں۔ غرض "متکلم" کے کلام اور اس کے منشا و مقصود کو سمجھنے کا یہ ایک صحیح اور منطقی طریقہ ہے۔ مگر معترض نے اس طریقۂ کار کو موجودہ دور کا ایک فتنہ اور مستشرقین کی ایجاد کردہ ایک بدعت قرار دے کر نہ صرف التباس پیدا کیا ہے، بلکہ اپنے جہل مرکب کا بھی ثبوت دیا ہے۔ مثال کے طور پر ایک آیت قرآنی ملاحظہ ہو۔

---

۱۵ : ۔ چنانچہ اس موضوع پر تفصیلی مطالعہ کے لئے اصول فقہ کی کوئی بھی کتاب مثلاً اصول بزدوی ص ۱۱ مطبوعہ کراچی، یا اصول سرخسی ۱/۲۳۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت یا نور الانوار ص ۱۴۶ - ۱۵۲ مطبوعہ کانپور یا اصول الشاشی وغیرہ دیکھی جا سکتی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ۔

پھر اگر (شوہر بیوی کو تیسری بار) طلاق دیدے تو وہ عورت اس کے لئے اس وقت تک حلال نہ ہوگی جب تک کہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ (البقرہ: ۲۳۰)

اس آیت سے فقہائے احناف نے ایک ضمنی مسئلہ کا استنباط بالکل اسی انداز میں کیا ہے جسے معترض گمراہ فرقوں کا ایک منحرف رجحان کہتے ہیں۔ اور اسے موجودہ دور کی مغربی عقلیت کی پروان چڑھائی ہوئی تحریک قرار دیتے ہیں چنانچہ متعدد حدیثوں میں صراحتاً مذکور ہے کہ کوئی عورت بغیر ولی (سرپرست) کے اپنا نکاح خود نہیں کرسکتی۔ اور ائمہ اربعہ میں سوائے امام ابوحنیفہ رح کے تمام کا عمل اسی پر ہے۔ مگر احناف نے ان حدیثوں سے صرف نظر کرتے ہوئے محض لفظ "تَنْكِحَ" کی لغوی بنیاد پر اتنا بڑا استدلال کر دیا ہے، کہ کوئی بھی عاقل و بالغ عورت اپنا نکاح خود کرسکتی ہے اور اس کے لیئے ولی کی ضرورت نہیں ہے۔ (کیونکہ اس لفظ کی صراحت کے مطابق گویا کہ قرآن نے نکاح کرنے کا اختیار عورت کو دیا ہے) حالانکہ یہ بات نہ صرف حدیثوں کے خلاف ہے بلکہ خود قرآن کی بعض دیگر تصریحات (مثلاً نور: ۳۲) کے بھی خلاف ہے[۱۲] اور امام ابن ہمام رح کی تصریح کے مطابق اس سلسلے میں ائمہ احناف کے سات اقوال مذکور ہیں[۱۳] جو تناقضات سے بھرپور ہیں۔

اس اعتبار سے دیکھا جائے تو اس "بدعت" یا "گمراہی" کا آغاز تیرہویں اور چودھویں صدی ہجری میں نہیں بلکہ دوسری اور تیسری صدی ہجری میں نظر آتا ہے۔ اور اس "فاسد رجحان" کی سرپرستی کرنے والے خود فقہائے احناف قرار پاتے ہیں، تو اس منحرف رجحان کے باعث ان پر "منکرین حدیث" یا ان کے گمراہ ہونے کا فتویٰ صادر

---

[۱۲] :۔ تفصیل کے لئے دیکھئے "فقہ السنۃ" از سید سابق ۲/۱۲۵ تا ۱۲۹، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء۔ نیز تفسیر قرطبی ۳/۱۵۸، ۱۵۹۔

[۱۳] :۔ دیکھئے ہدایہ اولین کی شرح فتح القدیر: ۳/۱۵۷ مطبوعہ پاکستان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیا جا سکتا ہے؟ دیکھئے جماعت نے دونوں جگہ ایک ہی قسم کی ہے۔ اور فقہ حنفی میں اس قسم کی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں۔ تو اب سوال یہ ہے کہ کیا معترض یہی الزام فقہائے احناف پر بھی لگانے کے لئے تیار ہیں؟ یا وہ اس کی جرأت بھی کر سکتے ہیں؟ اگر نہیں کر سکتے (اور ہرگز نہیں کر سکتے کیونکہ اگر وہ ایسا کریں گے کسی مدرسے کی مسند تدریس پر فائز نہیں رہ سکتے [illegible] بلکہ وہ دو گوشمالی مدرسہ بدر کر دئے جائیں گے) تو پھر اس قسم کا الزام دوسروں پر عائد کرنا کیا ایک لغو اور لچر حرکت نہیں ہے؟

دوسری طرف دیکھئے فی سبیل اللہ کے مسئلے میں مجرد لغت کا سہارا لینے والے پہلے شخص امام کاسانیؒ ہیں۔ نہ کہ نواب صدیق حسن خانؒ یا سید رشید رضا، لہٰذا معترض نے امام کاسانی اور ان کی بنا بعث کرنے والے علماء کو کیوں بخش دیا؟ کیا محض اس لئے کہ وہ ایسا کر کے مدرسے کی کرسی تدریس پر برقرار نہیں رہ سکتے تھے؟ تناقض وتضاد کی حد ہو گئی — یہ ہے موجودہ دور کے ایک عالم نما مولوی کا ذہنی افلاس اور اس کی دھاندلی — واقعہ یہ ہے کہ اس پورے مضمون میں معترض نے مغالطہ... آرائیوں کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے جو کسی مداری کا کھیل تماشہ معلوم ہوتا ہے بقول اقبالؒ

عجب واعظ کی دینداری ہے یا رب ۔ عداوت ہے اسے سارے جہاں سے

الٹی آنتیں گلے پڑ گئیں

اس موقع پر ایک دوسری عبرت بھی ملاحظہ ہو۔ معترض کو "جمہور" علمائے امت کا بڑا پاس و لحاظ معلوم ہوتا ہے اور وہ اسے فریق مخالف کے خلاف ایک "ہتھیار" کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ جیسا کہ انہوں نے زیر بحث "فی سبیل اللہ" کے مسئلے میں بھی اختیار کیا ہے۔ تو کیا وہ یہی مسلک "بغیر ولی کے نکاح" والے مسئلے میں بھی اختیار کرنے کے لئے تیار ہیں؟ دیکھئے یہاں پر احناف کا مسلک نہ صرف جمہور فقہاء کے خلاف ہے بلکہ خود ائمہ احناف میں بھی تناقض وتضاد پایا جاتا ہے تو کیا یہ بات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معترض کے خلاف ایک حجت نہیں ہے؟ تو کیا اب وہ متعصب احناف کے اس مسلک کے "غلط" ہونے کا اعلان کر کے اپنی حق پسندی کا ثبوت دیں گے؟ کیا وہ اس قسم کے اعلان حق کی اخلاقی جرأت اپنے اندر رکھتے ہیں؟ مجھے یقین ہے کہ وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتے کیونکہ ایسا کرنے کے بعد ان کی چار دیواری ان کے اوپر [illegible] گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ محض مناظرہ بازی کر کے فتح [illegible] کرنا اور بات ہے اور تحقیق حق اور چیز۔ مگر عصر جدید کے ایک مولوی کی نصیحت یہ ہے کہ حق بات کو دلانے کے لئے نفاق اور مناظرہ بازی کو [illegible] اس کے استعمال سے کوئی دریغ نہ کیا جائے۔ حالانکہ اس نے [illegible]۔ گویا کہ ایسے لوگ علم کو اپنی جاگیر سمجھتے ہیں [illegible] اپنی گرفت کو مضبوط سے مضبوط تر رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

آج کل کے بعض مولوی حضرات کے نزدیک [illegible] کا کام یہی رہ گیا ہے کہ جو کوئی ان کی "خواہشات" پر ان کے ذاتی [illegible] کشائی کرے تو وہ فوراً اس پر کفر [illegible] گمراہی کا فتویٰ [illegible] دیتے ہیں کیونکہ ان کے [illegible] نظر ہوتے ہیں کہ [illegible] بازی کی لڑے کر فریق مخالف پر بے تحاشا [illegible] پڑتے ہیں۔ اس قسم کے واقعات کو دیکھ کر کلیسائی ذہنیت کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جس نے ہزاروں لاکھوں بندگان خدا پر کفر کا الزام عائد کر کے انہیں ناحق یا تو زندہ جلا دیا یا سولی پر چڑھا دیا۔ دراصل اس کی وجہ محض اپنے ذاتی مفاد، خود غرضی [illegible] ذہنیت [illegible] پر علامہ اقبال کا یہ شعر [illegible] یاد آ جاتا ہے۔

حریم تیرا خودی غیر کی معاذ اللہ　　دوبارہ زندہ نہ کر کاروبار لات و منات

غرض کسی بھی مسئلے میں اصل چیز دلیل و استدلال اور اس کی قوت دیکھی جاتی ہے پھر اس کے بعد جمہور کے مسلک پر نظر ڈالی جاتی ہے۔ یہ نہیں کہ دلائل سے صرف نظر کر کے سب سے پہلے جمہور کے مسلک کو حجت مان لیا جائے [illegible] مسلک کتنا ہی

© rasailojaraid.com

کمزور کیوں نہ ہو، جیسا کہ پچھلے صفحات کی تصریحات کے مطابق "موسوعۃ الفقہ الکویتیہ"
(ج ۱۰ ص ۲۰) کے بارے میں جمہور کا مسلک نہایت درجہ کمزور اور بودا ہے جو اس
حد کے منسوخ ہونے کے قائل ہیں۔ لہٰذا اگر راقم سطور نے اپنی کسی کتاب میں جمہور کے
مسلک کو قابلِ حجت (مطلقاً) قرار دیا ہے تو وہاں پر مذکورہ بالا تصریحات کا اضافہ
کر لیا جائے۔ ؎

فتاویٰ ظہیریہ اور عربی مدارس

جیسا کہ پچھلے صفحات میں تصریح کی جا چکی ہے معترض نے اس موقع پر گمراہی کا جو فتویٰ صادر کیا ہے وہ ان تمام متاخر فقہاء اور مفسرین پر بھی عائد ہوتا ہے جنہوں نے فی سبیل اللہ کے مفہوم میں وسعت پیدا کرنے کو درست قرار دیا ہے۔ اس نظریہ کے اولین قائل [illegible] امام کاسانی حنفیؒ (متوفی ۵۸۷ھ) ہیں اور ان کی رائے کو علامہ ابن نجیم حنفیؒ [illegible] علامہ ابن عابدین شامی حنفیؒ (م ۱۲۵۲ھ) مفسر قرآن علامہ شہاب الدین آلوسی بغدادی حنفیؒ (م ۱۲ ھ) اور مفتی محمد شفیعؒ وغیرہ نے درست اور معتبر قرار دیا ہے۔ جیسا کہ اس پر تفصیلی بحث اگلے صفحات میں آ رہی ہے۔ نیز صاحب فتاویٰ ظہیریہ یعنی قاضی ظہیر الدین بخاری حنفیؒ (م ۶۱۹ھ) نے فی سبیل اللہ کا مصداق طالب علموں کو قرار دیا ہے۔ اور اسی اعتبار سے عربی مدرسوں کے طلبہ صدیوں سے مدرسے کی روٹیاں جو کھا رہے ہیں وہ اسی "نظریہ تعمیم" کی برکت ہے جو صاحب فتاویٰ ظہیریہ کا صدقہ ہے۔ اب اگر فی سبیل اللہ کی تعمیم (یعنی اس کی عمومیت) یا اس کے مفہوم میں وسعت پیدا کرنا ضلالت

؎ :۔ واضح رہے راقم سطور نے اپنی ایک کتاب "اسلامی شریعت، علم اور عقل کی میزان میں" میں بعض مسائل میں جمہور کے مسلک کو قابلِ حجت قرار دیا تھا تو معترض نے [illegible] میں میری اس عبارت کو میرے ہی خلاف بطور ایک ہتھیار استعمال کرتے گویا [illegible] حجت قائم کرنی چاہی تھی۔

© rasailojaraid.com

وگمراہ ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مذکورہ بالا تمام علماء و مفسرین گمراہ اور ضال و مضل ہیں۔ اور اس کا دوسرا لازمی و منطقی نتیجہ یہ ہوگا کہ اب عربی مدرسوں پر تالا ڈال دیا جائے ظاہر ہے کہ یہ بات کلام الٰہی میں تحریف اور صریح گمراہی ہے۔ تو اس کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ عربی مدارس کے تمام سربراہ ضلالت و گمراہی میں مبتلا ہیں۔ کیونکہ وہ کلام الٰہی کے منشا و مصداق کے خلاف عمل کر رہے ہیں۔

چور دروازے سے داخلہ :-

مگر اس سلسلے میں سب سے بڑی عبرتناک حقیقت اور ستم ظریفی کی بات یہ ہے کہ معترض علماء امت کے جس مسلک کو جمہور کا مسلک کہہ کر انہوں نے [illegible] وقت کا اجماعی موقف کی رٹ لگاتے ہوئے اس سے ایک انچ ہٹنا بھی گمراہی اور ضلالت قرار دے رہے تھے۔ بعد میں چل کر اس موقف سے نہ صرف ہٹ کر صاف صاف ہٹ گئے بلکہ بعض "چور دروازوں" کے ذریعہ طالب علموں کو بھی اس مسلک پر عمل کرا دیا۔ واقعہ یہ ہے کہ اس دوہرے معیار اور زبردست دھاندلی کی [illegible] ہے۔ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

اس اعتبار سے یہ پورا مضمون کوئی علمی و تحقیقی حیثیت کا نہیں۔ بلکہ سراسر ایک خود غرضانہ ذہنیت کا علمبردار نظر آتا ہے اور [illegible] اپنے غیر اصولی موقف اور اس قدر پست ذہنیت کا [illegible] واقعہ یہ ہے کہ جس ضلالت و گمراہی کا الزام وہ دوسروں پر [illegible] مخالفت کا منشا دینے کی غرض سے) عائد کر رہے ہیں۔ وہ خود انہیں پر پلٹ کر آرہا ہے۔ اور اس اعتبار سے یہ پوری تحریر علمی دنیا کے لیے ایک سبق آموز چیز ہے [illegible] مولوی صاحبان اس قدر گھٹیا ذہنیت اور پستی پر بھی اتر سکتے ہیں؟

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

مخالفت کا مقصد وحید :-

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ جب اپنے ... میں ... سے

لو کسی وضع ہو سادے ... سے ... [illegible]

یہ عاشق کونسی بستی کے یارب رہنے والے ہیں

کیا فقہائے احناف گمراہ ہیں؟

جیسا کہ عرض کیا گیا نصوص (قرآن اور حدیث) کے واضح بیانات سے کوئی مفہوم ثابت کرنے کے لئے سب سے پہلے نصوص کے الفاظ اور ان کی منطقی دلالت سے بحث کی جاتی ہے، اور جو مفہوم اُن کے اشارات وکنایات بلکہ ان کی دلالت واقتضاء تک سے ثابت ہوتا ہے اس سے بھی استدلال کیا جاتا ہے[۱] چنانچہ اس اصول کے مطابق قرآن کے کسی بھی لفظ کا مفہوم متعین کرنے کے لئے اس لفظ کے لغوی مفہوم کو منطقی طور پر چار طریقوں سے ثابت کیا جاتا ہے، جن کو اصول فقہ کی اصطلاح میں عبارت النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص اور اقتضاء النص کہا جاتا ہے۔ اس طرح ہر لفظ کا جو لغوی مفہوم ہوتا ہے وہ گویا کہ ہر طرح سے ثابت کیا جاتا ہے۔ اور اسی اعتبار سے الفاظ وکلمات کے لغوی مفہوم کو کوئی بھی فقیہ یا مفسر یا محقق نظرانداز نہیں کرسکتا۔ اور پھر اسی قسم کے استدلال میں فقہائے احناف سب سے زیادہ پیش پیش دکھائی دیتے ہیں۔ غرض متکلم کے کلام اور اس کے منشا ومقصود کو سمجھنے کا یہ ایک صحیح اور منطقی طریقہ ہے۔ مگر معترض نے اس طریقۂ کار کو موجودہ دور کا ایک فتنہ اور مستشرقین کی ایجاد کردہ ایک بدعت قرار دے کر نہ صرف التباس پیدا کیا ہے، بلکہ اپنے جہل مرکب کا بھی ثبوت دیا ہے۔ مثال کے طور پر ایک آیت قرآنی ملاحظہ ہو۔

---

[۱]: چنانچہ اس موضوع پر تفصیلی مطالعہ کے لئے اصول فقہ کی کوئی بھی کتاب مثلاً اصول بزدوی (ص ۱۱ مطبوعہ کراچی)، یا اصول سرخسی (۱/۲۳۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت) یا نور الانوار (ص ۱۴۶ - ۱۵۲ مطبوعہ کانپور) یا اصول الشاشی وغیرہ دیکھی جاسکتی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ۔

اگر شوہر بیوی کو تیسری بار) طلاق دیدے تو وہ عورت، اس کے لئے اُس وقت تک حلال نہ ہوگی جب تک وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ (بقرہ ۲۳۰)

اس آیت سے فقہائے احناف نے ایک ضمنی مسئلہ کا استنباط بالکل اس انداز میں کیا ہے جسے معترض گمراہ فرقوں کا ایک منحرف رجحان کہتے ہیں۔ اور اسے موجودہ دور کی مغربی عقلیت کی پیداوار "چڑ بالی" ہوئی تحریک قرار دیتے ہیں چنانچہ متعدد حدیثوں میں صراحتاً مذکور ہے کہ کوئی عورت بغیر ولی (سرپرست) کے اپنا نکاح خود نہیں کرسکتی۔ اور ائمہ اربعہ میں سوائے امام ابوحنیفہؒ کے تمام کا عمل اسی پر ہے۔ مگر احناف نے ان حدیثوں سے صرف نظر کرتے ہوئے محض لفظ "تنکح" کی لغوی بنیاد پر اتنا بڑا استدلال کر دیا ہے، کہ کوئی بھی عاقل و بالغ عورت اپنا نکاح خود کرسکتی ہے اور اس کے لئے ولی کی ضرورت نہیں ہے۔ (کیونکہ اس لفظ کی صراحت کے مطابق گویا کہ قرآن نے نکاح کرنے کا اختیار عورت کو دیا ہے۔) حالانکہ یہ بات نہ صرف حدیثوں کے خلاف ہے بلکہ خود قرآن کی بعض دیگر تصریحات (مثلاً نور: ۳۲) کے بھی خلاف ہے[12] اور امام ابن ہمامؒ کی تصریح کے مطابق اس سلسلے میں ائمہ احناف کے سات اقوال مذکور ہیں[13] جو تناقضات سے بھرپور ہیں۔

اس اعتبار سے دیکھا جائے تو اس "بدعت" یا "گمراہی" کا آغاز تیرہویں اور چودھویں صدی ہجری میں نہیں بلکہ دوسری اور تیسری صدی ہجری میں نظر آتا ہے۔ اور اس "فاسد رجحان" کی سرپرستی کرنے والے خود فقہائے احناف قرار پاتے ہیں، تو اسی منحرف رجحان کے باعث ان پر "منکرین حدیث" یا ان کے گمراہ ہونے کا فتویٰ صادر

---

[12]: تفصیل کے لئے دیکھئے "فقہ السنۃ" از سید سابق ۲/۱۲۵، ۱۲۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء۔ نیز تفسیر قرطبی ۳/۱۵۸، ۱۵۹۔

[13]: دیکھئے ہدایہ اور اس کی شرح فتح القدیر: ۳/۱۵۷ مطبوعہ پاکستان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیا جا سکتا ہے؟ دیکھئے نوعیت دونوں جگہ ایک ہی قسم کی ہے۔ اور لغت میں اسی قسم کی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں۔ تو اب سوال یہ ہے کہ کیا معترض یہی الزام خلفائے احناف پر بھی لگانے کے لئے تیار ہیں؟ یا وہ اس کی جرأت بھی کر سکتے ہیں؟ اگر نہیں کر سکتے اور ہرگز نہیں کر سکتے کیونکہ وہ ایسا کر کے کسی مدرسے کی مسند تدریس پر فائز نہیں رہ سکتے [illegible] بلکہ وہ دو گوشۂ مدرسہ بدر کر دئے جائیں گے؟ تو پھر اس قسم کا الزام [illegible] کرنا کیا ایک لغو اور لچر حرکت نہیں ہے؟

[illegible] دیکھئے کہ فی سبیل اللہ کے مسئلے میں مجرد لغت کا سہارا لینے والے پہلے شخص امام کاسانی نہیں ہیں بلکہ نواب صدیق حسن خانؒ یا سید رشید رضا، لہٰذا معترض نے امام کاسانی اور ان کی متابعت کرنے والے علماء کو کیوں بخش دیا؟ کیا محض اس لئے کہ وہ ایسا کر کے [illegible] کی کرسی تدریس پر برقرار نہیں رہ سکتے تھے؟ تناقض و تضاد کی حد ہو گئی۔ یہ ہے موجودہ دور کے ایک عالم نما مولوی کا ذہنی افلاس اور اس کی دھاندلی۔ واقعہ یہ ہے کہ اس پورے مضمون میں معترض نے مغالطہ آرائیوں کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے جو کسی مداری کا کھیل تماشہ معلوم ہوتا ہے بقول اقبال ؎

عجب واعظ کی دینداری ہے یا رب
عداوت ہے اسے سارے جہاں سے

الٹی آنتیں گلے پڑ گئیں

اس موقع پر ایک دوسرا عبرت کا ملاحظہ ہو۔ معترض کو "جمہور" علمائے امت کا بڑا پاس و لحاظ معلوم ہوتا ہے اور وہ اسے فریق مخالف کے خلاف ایک "ہتھیار" کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ جیسا کہ انہوں نے زیر بحث فی سبیل اللہ کے مسئلے میں بھی اختیار کیا ہے۔ تو کیا وہ یہی مسلک بغیر ولی کے نکاح والے مسئلے میں بھی اختیار کرنے کے لئے تیار ہیں؟ دیکھئے یہاں پر احناف کا مسلک جمہور علماء کے خلاف ہے بلکہ [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسئلہ کے خلاف ایک حجت شرعی ہے، تو کیا اب وہ فقہائے احناف کے اس مسلک
کے خلاف ... کا اعلان کر کے اپنا حق لیں گے؟ کیا وہ اس قسم کے
... کی اخلاقی جرأت اپنے اندر رکھتے ہیں؟ مجھے یقین ہے کہ وہ اب ہرگز نہیں کر سکتے
کیونکہ ایسا کرنے کے بعد ان سے کی چار چوہدری ان کے ہاتھ سے ختم ہو جائے گی۔ اس سے
معلوم ہوا کہ محض مناظرہ بازی کر کے فتویٰ بازی ... اور بات
ہے اور تحقیق حق اور چیز۔ مگر عصر جدید کے ایک مولوی کی ذہنیت یہی ہے کہ حق بات
کو دبانے کے لئے لفاظی اور مناظرہ بازی کا جو بھی حربہ ... اس کے
استعمال سے کوئی دریغ نہ کیا جائے۔ خواہ اس سے نتائج کچھ ہی کیوں نہ ہو جائیں۔
گویا کہ ایسے لوگ علم کو اپنی جاگیر سمجھتے ہیں کہ جس طرح بھی ... اپنی گرفت
کو مضبوط سے مضبوط تر رکھنے کی کوشش کی جائے۔

آج کل کے بعض مولوی حضرات کے نزدیک سب سے زیادہ آسان کام یہی رہ
گیا ہے کہ جو کوئی ان کی "خواہشات" یا ان کے ذاتی اغراض کے خلاف لب کشائی کرے
تو وہ فوراً اس پر "کفر" کا نہیں "گمراہی" کا فتویٰ ... صادر کر دیں گے۔ کیونکہ
وہ اتنے تنگ نظر ہو گئے ہیں کہ جلد بازی میں ... آ جاتے ہیں اور فتویٰ بازی کی
سطح پر فریق مخالف پر بے تحاشا یلغار کرتے ہیں۔ اس قسم کے واقعات کو دیکھ
کر "کلیسا کی ذہنیت" کی یاد تازہ ہو جاتی ہے، جس نے ہزاروں لاکھوں بندگانِ
خدا پر کفر کا الزام عائد کر کے انہیں ناحق یا تو زندہ جلا دیا یا سولی پر چڑھا دیا۔ دراصل
اس کی وجہ محض اپنے ذاتی مفاد، خود غرضی اور ... ذہنیت ... ایسے ہی مفتیوں پر علامہ
اقبال کا یہ شعر بے ساختہ یاد آجاتا ہے۔

حریم تیرا خودی غیر کی معاذ اللہ — دوبارہ زندہ نہ کر کاروبارِ لات و منات

غرض کسی بھی مسئلے میں اصل چیز دلیل و استدلال اور اس کی قوت دیکھی جاتی ہے
پھر اس کے بعد جمہور کے مسلک پر نظر ڈالی جاتی ہے۔ یہ نہیں کہ دلائل سے صرف نظر
کر کے سب سے پہلے جمہور کے مسلک کو حجت مان لیا جائے، خواہ وہ مسلک کتنا ہی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کمزور کیوں نہ ہو، جیسا کہ پچھلے صفحات کی تصریحات کے مطابق "مؤلفۃ القلوب" (توبہ: ۶۰) کے بارے میں جمہور کا مسلک نہایت درجہ کمزور اور بودا ہے، جو اس مد کے منسوخ ہونے کے قائل ہیں۔ لہٰذا اگر راقم سطور نے اپنی کسی کتاب میں جمہور کے مسلک کو قابلِ حجت (مطلقاً) قرار دیا ہے تو وہاں پر مذکورۂ بالا تصریحات کا اضافہ کر لیا جائے۔ [1]

فتاویٰ ظہیریہ اور عربی مدارس

جیسا کہ پچھلے صفحات میں تصریح کی جا چکی ہے معترض نے اس موقع پر گمراہی کا جو فتویٰ صادر کیا ہے وہ ان تمام متاخر فقہا اور مفسرین پر بھی عائد ہوتا ہے جنہوں نے فی سبیل اللہ کے مفہوم میں وسعت پیدا کرنے کو درست قرار دیا ہے۔ اس نظریہ کے اولین قائل علامہ امام کاسانی حنفیؒ (متوفی ۵۸۷ھ) ہیں اور ان کی رو سے کو علامہ ابن نجیم حنفیؒ (م ۹۷۰ھ)، علامہ ابن عابدین شامی حنفیؒ (م ۱۲۵۲ھ) مفسر قرآن علامہ شہاب الدین آلوسی حنفیؒ (م ۱۲ ھ) اور مفتی محمد شفیعؒ وغیرہ نے درست اور معتبر قرار دیا ہے۔ جیسا کہ اس پر تفصیلی بحث اگلے صفحات میں آ رہی ہے۔ نیز صاحب فتاویٰ ظہیریہ قاضی ظہیر الدین بخاری حنفیؒ (م ۶۱۹ھ) نے فی سبیل اللہ کا مصداق طالب علموں کو قرار دیا ہے۔ اور اس اعتبار سے عربی مدرسوں کے طلبہ صدیوں سے مدرسے کی روٹی جو کھا رہے ہیں وہ اسی نظریہ تعمیم کی برکت ہے جو صاحب فتاویٰ ظہیریہ کا صدقہ ہے۔ اب اگر فی سبیل اللہ کی تعمیم (یعنی اس کی عمومیت) یا اس کے مفہوم میں وسعت پیدا کرنا ضلالت

---

[1] واضح رہے راقم سطور نے اپنی ایک کتاب "اسلامی شریعت، علم اور عقل کی میزان میں" میں بعض مسائل میں جمہور کے مسلک کو قابلِ حجت قرار دیا تھا تو معترض نے اپنے مضمون میں میری اس عبارت کو میرے ہی خلاف بطور ایک ہتھیار استعمال کرکے گویا [illegible] حجت قائم کرنی چاہی ہے۔

© rasailojaraid.com

وگمراہی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مذکورہ بالا تمام علماء و مفسرین گمراہ اور ضال و مُضِل ہیں۔ اور اس کا دوسرا لازمی و منطقی نتیجہ یہ ہوگا کہ جب عربی مدرسوں پر تالا ڈال دیا جائے [illegible] ظاہر ہے کہ یہ بات کلام الٰہی میں تحریف اور صریح گمراہی ہے۔ تو اس کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ عربی مدرسوں کے تمام سربراہ ضلالت و گمراہی میں مبتلا ہیں کیونکہ وہ کلام الٰہی کے منشا و مصداق کے خلاف عمل کر رہے ہیں۔

چور دروازے سے داخلہ :-

مگر اس سلسلے میں سب سے بڑی عبرتناک [illegible] یہ ہے کہ معترض علماء امت کے جس مسلک کو جمہور کا مسلک [illegible] کا اجماعی موقف، کی رٹ لگاتے ہوئے اس سے ایک اِنچ ہٹنا بھی گمراہی اور ضلالت قرار دے رہے تھے۔ بعد میں چل کر اس موقف سے [illegible] بلکہ بعض "چور دروازوں" کے ذریعہ طالب علموں کو [illegible] عمل شروع کر دیا۔ [illegible] یہ ہے کہ اس دوہرے معیار اور زبردستی [illegible] مثال ہے۔ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

اس اعتبار سے یہ پورا مضمون کوئی علمی و تحقیقی [illegible] بلکہ سراسر ایک خود غرضانہ ذہنیت کا علمبردار نظر آتا ہے [illegible] موقف اور اس قدر پست ذہنیت کا [illegible] جس ضلالت و گمراہی کا الزام وہ دوسروں پر [illegible] کا [illegible] کی غرض سے) عائد کر رہے ہیں وہ خود انہیں پر [illegible] اور اس اعتبار سے یہ پوری تحریر علمی دنیا کے لئے ایک [illegible] مولوی صاحبان اس قدر گھٹیا ذہنیت اور پستی پر بھی اتر سکتے ہیں؟

ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا!

مخالفت کا مقصد وحید :-

© rasailojaraid.com